درایت کے اصولوں کے مطابق یہ واقعہ سراسر غلط ہے ۔

۱۔ جیساکہ ذکر کیا گیا ہے کہ سیدنا ولید بن عقبہؓ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور اس وقت یہ بچے تھے ۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا تو اہلِ مکہ سے اپنے بچے لانے کے لئے فرمایا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کے لئے دعا کی دعا فرماتے ۔ سیدنا ولید بن عقبہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی لایا گیا لیکن میں نے زرد رنگ کی خوشبو لگائی ہوئی تھی ۔ اس وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ نہ پھیرا ۔ (العواصم من القواصم صـ۹۰۔۹۱ ، مسند احمد صـ۳۲ ج ۴)

ابن اثیر نے اسد الغابہ جلد ۵ صـ۹۰ پر اس روایت کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں ابو موسیٰ الہمدانی مجہول ہے اور یہ روایت مضطرب ہے ۔ جواباً عرض یہ ہے کہ نہ یہ روایت مضطرب ہے ۔ اور عبداللہ الہمدانی جو سیدنا ولید بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں وہ ثقہ ہیں ۔ اور ابن اثیر جس ابو موسیٰ کو مجہول بتا رہے ہیں ان کا اصل نام مالک بن الحارث ہے وہ واقعی اصحاب الجرح والتعدیل کے نزدیک مجہول ہے ۔ اور یہ عبداللہ الہمدانی جو اس روایت کا آخری راوی ہے اس کا اصل نام عبداللہ بن مالک بن الحارث تھا اور یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہے ۔

ابن اثیر اور دوسرے کئی ایک مؤرخین نے عہدِ نبویؐ میں ولید بن عقبہؓ کو نوجوان ثابت کرنے کے لئے ایک اور روایت کا سہارا لیا ہے وہ یہ کہ ولید بن عقبہؓ ۷ھ میں اپنے بھائی عمارہ بن عقبہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ان کی بہن ام کلثوم کو واپس مکہ بھیج دیں ۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صـ۹۱)

اگر یہ روایت صحیح ہے پھر بھی اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ولید بن عقبہؓ فتحِ مکہ کے وقت نوجوان تھے ۔ کیا صغیر السن بچہ اپنے نوجوان بھائی کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ نہیں آسکتا ؟ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اپنے بھائی عمارہ بن عقبہ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تھے ۔

۲ : دوسری وجہ اس واقعہ کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ یہ واقعہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے ۔ نقل اس کو بہت سے مفسرین اور مؤرخین نے کر دیا ہے لیکن سوچنے کی زحمت

کسی نے گوارا نہیں فرمائی کہ اس کی اسنادی حیثیت مجروح ہے یا صحیح ہے! یہ روایت اگرچہ متصل بھی مروی ہے لیکن اس کے بہت سے طُرق مرسل اور منقطع ہیں جو مجاہد، قتادہ، ابن ابی لیلیٰ، عکرمہ اور یزید بن رومان پر جاکر ختم ہوجاتے ہیں۔ یہ حضرات اگرچہ خود ثقہ ہیں لیکن ہیں تو تابعی۔ ان میں کوئی بھی اس واقعہ کا عینی شاھد نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ ان حضرات سے قریبًا ایک صدی پہلے کا ہے۔ یہ واقعہ ان کو کس صحابی نے بتایا، اور وہ صحابی خود بھی اس واقعہ کے وقت موجود تھے یا ان کی طرف بھی کسی نے یہ واقعہ غلط منسوب کردیا۔ یہ سب باتیں اس روایت کے بارہ میں تصریح سے ثابت نہیں۔ لہذا مرسل اور منقطع روایات اتنے اہم اور مشہور واقعہ کے بارہ میں قابل حجت نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ جو طُرق اس روایت کے متصل ہیں ان میں ایک روایت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضؓ کی ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضؓ سے ایک ثابت نامی شخص روایت کرتا ہے اور اپنے کو سیدہ ام سلمہ رضؓ کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اسماء الرجال کی کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شخص سیدہ ام سلمہ رضؓ کا مولیٰ تھا (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب، لسان المیزان، میزان الاعتدال وغیرہ)

پھر سیدہ ام سلمہ رضؓ کی ساری روایات مسند احمد میں نقل ہیں ان میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو ثابت نامی شخص سیدہ ام سلمہ رضؓ کا مولیٰ ہے اور نہ ہی سیدہ ام سلمہ رضؓ نے یہ روایت بیان کی ہے بلکہ یہ ان کے ذمہ اتہام ہے۔ جو ان حضرات نے لگا دیا ہے۔

اس کے علاوہ ثابت مولیٰ ام سلمہ رضؓ سے روایت کرنے والے راوی کا نام موسیٰ بن عبیدہ ہے۔ جس کو امام نسائی، ابن المدینی، ابن عدی، یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ جرح و تعدیل نے ضعیف اور منکر الحدیث کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۳۵۷ - ۳۵۹، میزان الاعتدال جلد ۴ ص۲۱۳، مجمع الزوائد جلد ۷، ص۱۱۱)

دوسری متصل روایت اس بارے میں ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں " عن ابن سعد عن ابیہ عن عمہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابن عباس رضؓ " کی سند سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ طبری خود ابن سعد سے نہیں ملا، اور نہ ہی ان سے کوئی علم حاصل کیا، یا کوئی روایت سنی ہے کیونکہ ابن سعد ۲۳۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے

جب کہ طبری کی عمر اس وقت صرف چھے سال کی تھی اور وہ اس وقت تک اپنے شہر آمل (جو کہ طبرستان میں واقع ہے) سے بغداد یا کسی اور شہر نہیں گیا تھا۔

دوسرے اس سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ابن سعد کا باپ کون ہے اور باپ کا چچا کون اور پھر چچا کا باپ اور دادا کون ہے گویا سب راوی ایسے ہیں جن کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔ ایسی روایت پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ طبری جس ابن سعد سے روایت کرتا ہے وہ طبقات والا ابن سعد نہیں بلکہ یہ محمد ابن سعد العوفی ہے اور یہ بذاتِ خود ضعیف ہے۔ اس پر الاستاذ احمد شاکر المصری نے بڑی اچھی بحث کی ہے (ملاحظہ ہو تفسیر طبری ج ۱ ص ۲۶۳، ۲۶۴ مطبوعہ دار المعارف مصر)

حافظ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد جلد ۷ صہ ۱۱۰، ۱۱۱ پر اور علامہ سیوطیؒ نے تفسیر الدر المنثور جلد ۶ صہ ۸۸ پر، علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر ابن کثیر جلد ۴ میں اور بھی کچھ متصل روایات نقل کی ہیں، لیکن کسی میں عبداللہ بن عبدالقدوس راوی ہے جو ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ رافضی بھی ہے (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد ۵ صہ ۳۰۳، میزان الاعتدال جلد ۲ صہ ۴۵۷)، کسی میں یعقوب بن حمید راوی ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے (میزان الاعتدال جلد ۴ صہ ۴۵۰)، مجمع الزوائد ج ۷ صہ ۱۱۱) اور کسی میں محمد بن سابق راوی ہے جس کے بارہ میں ائمہ جرح و تعدیل نے لکھا ہے کہ اس کی حدیث لکھ لی جائے لیکن وہ قابلِ حجت نہیں (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد ۹ صہ ۱۷۵)

غرض اس روایت کے جتنے بھی طرق ہیں خواہ وہ مرسل ہوں یا منقطع یا متصل وہ سب معلول ہیں، اور مجہول اور ضعیف راویوں سے مروی ہیں لہٰذا اس روایت کی بنا پر ایک ایسے نوجوان، نیک سیرت، اور ایسے صحابی کو مطعون کرنا جس پر سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ نے اپنی خلافتوں کے زمانہ میں اعتماد کیا ہو ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ بعض روایات میں سیدنا ولید بن عقبہؓ کا نام ذکر نہیں کیا گیا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے ایک شخص کو ایک قوم کی طرف صدقات لینے کے لئے بھیجا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ولید بن عقبہؓ نہ ہوں بلکہ کوئی اور شخص ہو، اور یہ واقعہ ان کی جانب کسی رافضی نے منسوب کر دیا ہو۔ لیکن ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اور صحابی بھی ایسا کام نہیں کر سکتا تھا کیونکہ قرآن حکیم کی نص کی رو سے کوئی صحابی فاسق نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم

کا ارشاد ہے :۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

(الحجرات)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور ایمان سے تمہارے دلوں کو مزین کر دیا، اور کفر، فسوق، اور عصیان کو تمہارے لئے مکروہ اور ناپسندیدہ بنا دیا۔ یہی لوگ راشدین (ہدایت یافتہ) ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان سے! اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کے بارہ میں علامہ ابن تیمیہؒ نے بڑی پتے کی بات فرمائی ہے کہ

"ایمان کی محبت یہ ہے کہ بلا تفصیل ان تمام احکام کی محبت ہو (یعنی فرائض اور مستحبات دونوں کی محبت ہو) اس کے مقابل حالت بعض مرتبہ کفر کی ہو گی اور بعض مرتبہ صرف فسوق اور عصیان کی حد تک ہو گی۔ مومن کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف کفر ہی سے نہیں بلکہ فسق و عصیان سے بھی نفرت کرے۔ (کتاب الایمان ص۱۷)

بہر حال یہ روایت بالکل غلط اور موضوع ہے اور یہ واقعہ کسی رافضی نے ان کی جانب منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی المصطلق کی طرف بھیجا ہی نہیں تھا۔ اس روایت کی اسنادی حیثیت کے بارہ میں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "العواصم من القواصم" ص۹۱-۹۳ (تعلیقہ)

لیکن اگر بالفرض اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ "سیدنا ولید بن عقبہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی المصطلق کے پاس صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا تھا۔ جب آپ اس قبیلہ کے قریب پہنچے تو بعض لوگ ان کے استقبال کے لئے راستہ میں کھڑے ہو گئے۔ ولیدؓ انہیں دیکھ کر واپس بارگاہِ رسالت میں آ گئے اور رپورٹ دی کہ وہ اسلام سے پھر گئے ہیں۔ اور انہوں نے صدقات

دینے سے انکار کر دیا۔ نیز میرے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اُن پر فوج کشی کا ارادہ فرمایا۔"

اس بات کا جواب علمائے اسلام اور مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اس میں سیدنا ولید بن عقبہ رضؓ کا کوئی قصور نہیں تھا۔ بلکہ جب لوگ ان کے استقبال کے لئے راستہ میں کھڑے ہوئے تو ایک شیطان نے انہیں کہا کہ یہ لوگ آپ کے قتل کے ارادہ سے راستہ میں کھڑے ہیں اور یہ صدقات وغیرہ آپ کو نہیں دیں گے۔ چنانچہ آپ گھبرا کر واپس آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر یہ رپورٹ دی کہ وہ صدقات نہیں دیں گے۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لشکر کشی کا ارادہ فرمایا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علامہ ابن القیم کی مدارج السالکین جلد ا صفحہ ۳۶، تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۰۹ و دیگر تفاسیر)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس میں سیدنا ولید بن عقبہ کا کوئی قصور نہیں تھا بلکہ جو کچھ اس شیطان نے انہیں بتایا اسی کے مطابق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو بیان کر دیا۔ چنانچہ روایات میں صاف الفاظ ہیں :۔

فحدثه الشیطان انهم یریدون قتله

پس شیطان نے ان سے کہا کہ وہ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بعض روایات میں سیدنا ولید بن عقبہ رضؓ کا نام نہیں آیا بلکہ "رجل" یعنی ایک آدمی کا لفظ آیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی مجہول اور غیر معروف آدمی تھا، ولید بن عقبہ رضؓ نہیں تھے (تفسیر طبری ملاحظہ ہو)

علامہ طبرسی نے اس بارہ میں ایک اور روایت نقل کی ہے وہ یہ کہ یہ آیت ولید بن عقبہ رضؓ کے بارہ میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ————

"اس شخص کے بارہ میں نقل ہوئی جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی زوجہ محترمہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضؓ کے بارہ میں شکایت کی تھی۔ وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ ماریہ رضؓ کے پاس ان کا چچا زاد بھائی آیا کرتا تھا۔ سیدہ ماریہ کے بطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے اس آدمی کی خبر سن کر سیدنا علی رضؓ سے فرمایا یہ تلوار لو اور اگر وہی شخص تمہیں سیدہ ماریہ رضؓ کے گھر مل جائے تو اسے قتل کر دینا .... سیدنا علی رضؓ فرماتے ہیں میں جب تلوار لے کر وہاں پہنچا تو میں نے اس شخص کو وہاں موجود پایا۔ میں نے اسے دیکھ کر تلوار سونت

لی۔ جب اس نے اپنی خیر نہ دیکھی تو وہ ایک کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ اوپر جا کر وہ اوندھا ہو گیا، اور اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا دیں۔ معلوم ہوا کہ وہ مردوں کی شرمگاہ سے یکقلم عاری ہے۔ اس جگہ پر تھوڑا بہت کچھ بھی نہیں۔ یہ دیکھ کر سیّدنا علیؓ واپس تشریف لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے سن کر فرمایا: الحمد للّٰہ الذی یصرف عنا السوء اھل البیت (تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے ہماری اہل بیت سے ہر قسم کی برائی دور فرمائی)

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۹ صفحہ ۱۳۲، تہران)

اب جب آیت میں اس قدر احتمالات ہیں تو سیدنا ولیدؓ کے بارہ میں استدلال باطل نہیں ہوتا؟ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ اور اس آیت کو صرف سیدنا ولیدؓ کے لئے مخصوص قرار دینا قلبی بیماری کی دلیل ہے۔

ہمارے خیال میں ضروری نہیں کہ اس آیت کا کوئی شان نزول بھی ہو۔ قرآن حکیم کی بعض آیات مختلف باتوں کے لئے بطور اصول اور کلیہ نازل ہوئی ہیں۔ ان میں ایک یہ آیت بھی ہے اور اس آیت میں یہ بات بطور اصول بیان کی گئی کہ جو شخص بھی جو خبر دے اس پر فوری طور پر یقین نہ کر لیا کرو بلکہ مخبر (خبر دینے والے) کی شخصیت کے حدود اربعہ کو بھی بنظر غائر دیکھ لیا کرو کہ وہ کس قماش کا آدمی ہے۔ وہ کہیں فاسق و کاذب تو نہیں اور وہ تمہیں جھوٹی خبر تو نہیں دے رہا۔ یہ نہیں کہ جس کسی سے جو خبر سنی اس کو صحیح مان کر اس پر اسی وقت عمل کر لیا۔ چنانچہ اس بارہ میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:۔

نقول ھو نزل عاماً لبیان التثبت وترك الاعتماد علی قول الفاسق ویدل علی ضعف من یقول انھا نزلت لکذا ان اللہ تعالی لم یقل انی انزلتھا لکذا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم	ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت کسی بھی فاسق کے قول کے عدم اعتماد اور بیان کے تثبت کے لئے نازل ہوئی ہے اور جس شخص نے یہ بات نقل کی کہ یہ صرف ولید بن عقبہؓ کے بارہ میں نازل ہوئی اس کی بات ضعیف ہے اور اس کی بات کے ضعف کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے فلاں کے لئے

لم ينقل عنه انّه بيّن
انّ الآية وردت لبيان
ذٰلك فحسب غاية ما في
الباب انّها نزلت
في ذالك الوقت وهو
مثل التاريخ لنزول
الآية ونحن نصدّق
ذالك ويتأكّد ما ذكرنا
ان اطلاق لفظ الفاسق
على الوليد شئ بعيدٌ
لانّه توهم وظنّ
فاخطاء والمخطی لا يسمّی
فاسقًا۔
(تفسير كبير جزء ۲۸ ص ۱۱۹)

یہ آیت اتاری اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آیت کا ورود صرف ولیدؓ کے بیان کے لئے ہے اور بس ؛ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ یہ آیت فلاں وقت نازل کی گئی اور یہ نزول آیت کی تاریخ کے طور پر یہ واقعہ ہے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ولید بن عقبہؓ پر لفظ " فاسق " کا اطلاق ایک بعید چیز ہے اس لئے کہ (بنی مصطلق کے جمع شدہ لوگوں کو حملہ آور اور مرتد سمجھنا) ان کا وہم و گمان تھا اس میں انہوں نے غلطی کھائی اور غلطی کھانے والے کو " فاسق " کے نام سے یاد نہیں کیا جاتا۔

ایسا ہی دوسری تفاسیر میں لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو خازن ، صاوی علی الجلالین ، قرطبی وغیرہم)
باقی رہا ابن عبدالبر کا اس بات پر اجماع نقل کرنا کہ یہ آیت ولیدؓ کے بارہ میں ہی نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے :۔

وقد حكى ابو عمرو بن
عبدالبر على ذالك الاجماع

اور ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۴)

ابن عبدالبر کا اجماع نقل کرنا اس بارہ میں حجت نہیں کیونکہ ابن عبدالبر کی کتاب " الاستیعاب " کے بارہ محدثین نے صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ :۔

"ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب بہت جلیل القدر اور کثیر العوائد ہوتی اگر اس میں مشاجرات صحابہ کے بارہ میں روایات محدثین کے بجائے اخباری لوگوں سے نہ لی جاتیں۔ اخباری لوگ (مؤرخین) اکثر واقعات کو بڑھا چڑھا کر اور افراط و تفریط سے کام لے کر پیش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی پیش کردہ باتوں کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص۲۶۲، فتح المغیث ص۳۶۶، تدریب الراوی ص۳۹۵)

اب جو شخص اخباری لوگوں سے روایات درج کرتا ہے یقینی بات ہے کہ وہ ان پر اعتماد بھی کرتا ہے لہذا جو اخباری لوگوں یعنی مؤرخین کی باتوں پر اعتماد کرتا ہے وہ فکر صحیح کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے ابن عبدالبر کا اس بارہ میں "اجماع" کا دعویٰ کرنا ان کا تفرد ہے جو حقائق پر مبنی نہیں لہذا قابل اعتبار بھی نہیں۔

سیدنا ولید بن عقبہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمر کے لحاظ سے اس قابل نہ تھے۔ کہ کوئی ذمہ داری ان کے سپرد کی جاتی، لیکن خلافت صدیقی میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس نابغۂ روزگار کو ثقہ اور با اعتماد جانتے ہوئے اس لشکر میں شامل فرمایا جو سیدنا خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کی زیر قیادت ایران میں فتوحات کر کے مملکتِ اسلامیہ کی وسعتوں اور پہنائیوں میں اضافہ کر رہا تھا۔ چنانچہ تاریخ کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۲ھ میں جنگ مذار بمقام اہل ایران کے ساتھ ہوئی۔ سیدنا ولید بن عقبہؓ سیدنا خالد بن ولیدؓ کی زیر قیادت دادِ شجاعت دے رہے تھے۔ اس جنگ میں فتح کے بعد سیدنا خالد بن ولیدؓ نے انہیں فتح کی خوشخبری اور مالِ غنیمت دے کر سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں بھیجا! سیدنا ولیدؓ جب یہ مال لے کر سیدنا ابو بکرؓ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے انہیں جنگی امدادی سامان دے کر ایک دوسرے کے محاذ پر بھیج دیا۔ جہاں سیدنا عیاض بن غنمؓ کی زیر قیادت جنگ لڑی جا رہی تھی۔

۱۳ھ میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے انہیں قضاعہ قبیلے کے صدقات کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ جب سیدنا صدیق اکبرؓ نے شام کی فتح کا ارادہ فرمایا تو اس اہم کام کے لئے ان کی نظرِ انتخاب ایک طرف تو سیدنا عمرو بن العاصؓ پر پڑی اور دوسری طرف سیدنا ولید بن عقبہؓ پر۔ چنانچہ آپ نے سیدنا ولید بن عقبہ کی زیر قیادت ایک لشکر اُردن کی طرف روانہ فرمایا۔

۱۵ھ میں سیدنا عمر بن الخطابؓ نے انہیں بلاد بنی تغلب اور عرب الجزیرہ پر مامور فرمایا

جزیرہ میں اپنی حکومت کے دوران انہوں نے بنی تغلب کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی - جزیرہ میں ان کی تعداد چار ہزار تھی - سیدنا ولید رضؓ نے ان سے اسلام کے سوا اور کوئی چیز قبول کرنے سے انکار کر دیا - جب بنو تغلب نے اسلام قبول نہ کیا تو سیدنا ولید رضؓ نے امیر المؤمنین عمر الفاروق رضؓ کو اس بارہ میں مفصل رپورٹ ارسال کی - آپ نے جواب میں لکھا کہ اگر یہ لوگ اس بات کو تسلیم کرلیں کہ یہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے اور اگر ان میں سے کوئی اسلام قبول کرنا چاہے تو اسے اسلام سے نہیں روکیں گے تو آپ قبول کرلیں - چنانچہ بنو تغلب میں سے بعض نے اس شرط کو قبول کرلیا اور بعض نے قبول نہ کیا - سیدنا ولید نے ان کے بعض رؤسا کو سیدنا عمر رضؓ کے پاس بھیجا اور بڑی رد و کد کے بعد انہوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا - لیکن وہ سیدنا ولید رضؓ کے جانی دشمن ہو گئے - سیدنا عمر رضؓ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے بغاوت کے خطرہ کے پیش نظر سیدنا ولید رضؓ کو وہاں سے ہٹا دیا - (طبری ج ۴ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

۱۷ھ کے واقعات میں بھی سیدنا ولید رضؓ کی جہادی سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے - جب قیصر روم نے حمص کے مقام پر مسلمانوں کا محاصرہ کرنا چاہا تھا -

۲۴ھ میں جب آذربائیجان اور آرمینیہ کے باشندوں نے عہد فاروقی کا خراج بند کر دیا تو سیدنا ولید رضؓ نے ان پر فوج کشی کی اور آذربائیجان والوں کو کچل ڈالا - جب انہیں اپنی مکمل ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے سیدنا ولید رضؓ کی اطاعت قبول کرلی اور آٹھ لاکھ درہم سالانہ پر صلح کرلی -

آذربائیجان کے نواحی علاقوں میں اسلام اور اہل اسلام کے دشمنوں پر حملہ کرنے کے لئے عبداللہ بن شبیل کو بھیجا اور آرمینیہ کے نواحی علاقوں پر سلمان بن ربیعہ الباہلی کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ حملہ کے لئے روانہ کیا - اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جرنیلوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور بہت سا مال غنیمت لے کر سیدنا ولید رضؓ کے پاس پہنچے - سیدنا ولید رضؓ اور ان کے جرنیلوں نے جب اس سارے علاقے کو فتح کرلیا تو

فانصرف الولید وقد ظفر واصاب حاجتہ	تو سیدنا ولید فتح و نصرت حاصل کرکے اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر کوفہ واپس آ گئے

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۴۹، ۱۵۰ طبری جلد ۴ ص ۳۰۷ - ۳۰۸)

علامہ طبری نے لکھا ہے کہ فتحیاب ہونے کے بعد سیدنا ولید بن عقبہؓ نے موصل میں ایک قابلِ ذکر خطبہ ارشاد فرمایا جو حسبِ ذیل ہے :-

" اَیُّھَا النَّاس ! فانّ اللہ قد ابلی المسلمین فی ھٰذا الوجہ بلاءً حسنًا ردّ علیھم بلادھم التی کفرت و فتح بلادًا لم تکن افتتحت و ردّھم سالمین غانمین مأجورین فالحمد للہ ربّ العٰلمین
(طبری جلد ۳ صـ ۳۰۹)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کو ان جنگوں میں نہایت اچھے طریقے سے آزمایا۔ وہ علاقے اور شہر جو بلادِ اسلامیہ سے باغی ہو گئے تھے۔ وہ انہیں پھر لوٹا دیے اور جو شہر ابھی تک فتح نہیں ہوئے تھے وہ بھی (اپنے فضلِ عظیم سے) فتح کرا دئیے، اور اہلِ اسلام کو صحیح و سالم، مالِ غنیمت سے مالا مال اور آخرت کے اجر و ثواب سے حظِ وافر عطا فرما کر واپس فرمایا۔ پس ساری تعریفیں اللہ رب العٰلمین ہی کے لئے ہیں۔

سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے بعد جب خلافت کا بار سیدنا عثمان بن عفانؓ کے کندھوں پر آیا تو آپ نے بھی اس با اعتماد اور نابغۂ روزگار صحابی کی بہترین صلاحیتوں سے اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کی خاطر پورا پورا فائدہ اٹھایا اور چشمِ فلک نے دیکھا کہ سیدنا ولیدؓ، سیدنا عثمانؓ کی امیدوں پر پورے اترے اور اسلام کے عدل و انصاف کے فروغ کے لئے انہوں نے دن رات انتھک کوششیں کیں اور لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نکالنے کے لئے انہوں نے سلطنت کی وسعتوں میں بہت اضافہ کیا۔

سیدنا عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ وہ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائے اور فرمایا تھا کہ میں نے انہیں جو معزول کیا تھا وہ کسی خیانت یا کمزوری کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا (ابن اثیر جلد ۳ صـ ۳۴)

آپ کی اس وصیت پر سیدنا عثمانؓ نے عمل کیا اور انہیں کوفہ کا گورنر مقرر فرما دیا۔ لیکن سیدنا سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کو وہاں زیادہ دیر تک حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اور جلد ہی ان کی بجائے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے کچھ تلخی ہو گئی۔ جس پر سیدنا عثمانؓ نے انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے ان کی بجائے سیدنا ولید بن عقبہؓ کو وہاں کا گورنر مقرر فرما دیا۔ سیدنا ولیدؓ نے کاروبار حکومت اس اچھے طریقے سے سرانجام دیا کہ تاریخ میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملتی ہے۔

اس بارہ میں آپ نے جو فتوحات کیں اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "سیدنا عثمانؓ شخصیت و کردار" میں فتوحات کے باب میں نقل کر دی ہے لیکن رعایا سے ان کا جو سلوک تھا اس کے بارہ میں علامہ ابن کثیرؒ کا یہ جملہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

اقام بها خمس سنین	آپ کوفہ میں پانچ سال تک رہے اس
ولیس علی داره باب	حالت میں کہ آپ کے گھر کا دروازہ تک
وکان فیه رفق برعیته	نہیں لگوایا ہوا تھا (تاکہ لوگوں کو ان کے
(البدایه والنهایه	پاس آنے میں کوئی دقت نہ ہو) اور
جلد ۷ صـ۱۵۲)	رعیت کے لئے ان کے دل میں نرمی تھی

طبری نے لکھا ہے :-

وکان احب الناس	ولیدؓ لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے
فی الناس وارفقهم	اور ان کے لئے نہایت نرم خو، آپ
بهم فکان بذالك خمس	پانچ سال تک گورنری کے عہدہ پر فائز
سنین ولیس علی داره باب	رہے لیکن حالت یہ تھی کہ ان کے مکان
(طبری جلد ۳ صـ۳۱۲، صـ۳۲۵)	کا کوئی دروازہ نہ تھا۔

آپ کو پس ماندہ طبقہ کی بہبود کا بھی خاصا خیال رہتا تھا۔ چنانچہ آپ کوفہ کے ہر غلام کو بیت المال سے تین درہم ماہوار وظیفہ دیتے تھے۔ یہ وظیفہ اس مال کے علاوہ تھا جو انہیں اپنے آقاؤں سے ملتا تھا۔
(طبری جلد ۳ صـ۳۲۸) (باقی آئندہ)

نرم گرم

تحریر : ابواُسامہ

چشمہ سرچشمہ اور دھماکہ

چشمے پہاڑوں سے پھوٹتے ہیں اور پھر اَن جانی راہوں کی طرف بہ نکلتے ہیں۔ یہ منہ زور ہوتے ہیں جیسے بعض جانور، مثلاً گھوڑے، ہاتھی، بھینسے، گینڈے وغیرہ وغیرہ۔ بعض حروف ہم معنیٰ ہوتے ہیں۔ بس ان میں تھوڑا تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ اب دیکھیں ناں ...... چشمہ اور سرچشمہ .... چشمہ عینک کو بھی کہتے ہیں اور پہاڑوں کے دامن سے نکلنے والے پانی کو بھی چشمہ ہی کہتے ہیں اور یہ جو ہے ناں ...... سرچشمہ ..... اوہو..... کہیں آپ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ "چشمہ" کو انگریزوں نے "سر" کا خطاب دے دیا ہے اور "یہ" سرچشمہ ہو گیا ہے جیسے سر سید احمد خان اور سر ظفر اللہ وغیرہ ...... ویسے یہ جو "سر" تھے بس "سر" تھے۔ جانے ان بیچاروں کے دھڑ کہاں تھے —— بات چل رہی ہے سرچشمہ کی۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں اس کی سب سے اعلیٰ وارفع اور نایاب قسم ہے "طاقت" —— طاقت کا سرچشمہ بہت اچھے پیارے پیارے برگ و بار لاتا ہے خوب پھلتا پھولتا ہے جیسے ہمارے وزراء اور اس کی شاخیں خوب ہری بھری ہوتی ہیں جیسے ہماری "جمہوریت" —— ہر ملک کا اپنا اپنا سرچشمہ ہوتا ہے —— ہمارے ملک کا سرچشمہ عوام ہیں ...... گویا طاقت کا یہ سرچشمہ ہماری ثقافت، تہذیب و تمدن اور سیاست کا لازمی جزو ہے —— ابھی دیکھیں ناں ..... ۱۳ مارچ ۱۹۹۰ء کو ہماری وزیر اعظم صاحبہ نے آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "عوام کا دھماکہ سب سے بڑا دھماکہ ہوتا ہے ——

ایک تو مارکیٹ میں اشیاء کی اقسام کی اتنی بھرمار ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز مشکل ہو گئی ہے۔ پہلے سنا تھا کہ بم پھٹے دھماکہ ہوتا ہے۔

بارود کو آگ لگ جائے دھماکہ ہوتا ہے

ٹرینیں آپس میں ٹکرا جائیں دھماکہ ہوتا ہے۔